سرمایہ دار اور محنت کش کے صنعتی تعلقات اسلام کی روشنی میں

ڈاکٹر نور محمد غفاری

موضوع کا تعارف

سرمایہ دار (جیسے کارخانہ دار، مل مالک یا عربی زبان میں آجر یعنی محنت کرانے والا کہتے ہیں) اور مزدور کے تعلقات صنعتی معاشیات کا ایک قدیم اور اہم موضوع ہے۔ صنعتی گاڑی کے ان دو پہیوں جن کے خوشگوار ربط پر معاش کا مدار ہے ـــ کے تعلقات کی ناخوشگواری نے ایک تنازعہ کا روپ اختیار کرلیا ہے۔ یہ تنازعہ اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس نے ایک معمولی معاشی کاروبار سے لے کر ایک بڑے کارخانہ تک کے کاروبار پہ اپنے اثرات ڈالے ہیں، اس آویزش نے انسانوں کی اس بستی۔ جسے آپ دنیا کہتے ہیں۔ میں بڑے بڑے انقلابات کو جنم دیا ہے یا ان انقلابات میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ خون ریز ہنگاموں کو بپا کیا ہے اور کئی بار تمدن کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔

ایک وقت تھا جب مزدور کو مظلوم تصوّر کیا جاتا تھا کیونکہ وہ کمزور اور ضرورت مند تھا، لہذا اس کا استحصال کیا جاتا تھا اور سرمایہ دار کو ظالم سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ مالدار اور طاقتور ہوتا تھا لہذا اس کیلیے ضرورت مند اور کمزور مزدور کا استحصال آسان تھا۔ مگر انقلابِ روس کے بعد صورت حال بدل گئی جب مزدوروں نے عالمی سطح پر منظم ہونا شروع کیا اور ایک چھوٹے سے کاروباری یونٹ سے لے کر بڑے کارخانہ تک اپنی مزدور انجمنیں تشکیل دے لیں اور اس اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر انہوں نے بھی کارخانہ داران اور مل مالکان کو ناک چنے

چبوانے اور بعض اوقات ان کے کروڑوں کے کاروبار کو پیوند خاک کر کے بھی دکھایا جس کی وجہ پرانے مظالم کا بدلہ تھا۔

دوسری طرف ردعمل کے طور پر سرمایہ داروں (اصل واروں) نے بھی اپنی انجمنیں تشکیل دیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مزدور اپنی یونین کے ذریعے اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہڑتال کرتے ہیں تو کارخانہ دار تالہ بندی کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں نکلنا بند ہوجاتا ہے، کاروبار ٹھپ ہوجاتا ہے، پیداور رک جاتی ہے بازار میں مصنوعی قلت کا دور دورہ ہوتا ہے، قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور یوں دو منہ زور گھوڑوں کی مستیوں کی سزا ان غریب صارفین کو ملتی ہے جو نہ بے جا ہڑتال کا منصوبہ بناتے ہیں نہ ظالمانہ تالا بندی کا اعلان کرتے ہیں۔

اس غیر مناسب صورت کا علاج کرنے اور سرمایہ و محنت کے تنازعہ کا حل نکالتے اور آجر و اجیر کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے انسانی لبستی کے داناؤں۔ جن میں ماہرین معاشیات اور حکمران بھی شامل ہوتے ہیں۔ نے مل کر کئی بار بہترین دفاعی صلاحیتوں کو کھپا کر کوششیں کی ہیں۔ عالمی سطح پر بھی اس تنازعہ کی سنگینی کو محسوس کر کے کوششیں کی گئی ہیں جن کی واضح صورت اقوام متحدہ کی زیر نگرانی عالمی ادارہ محنت (INTERNATIONAL LABOUR ORGANIZATION) کا قیام ہے۔ جس کے تیار کردہ قوانین محنت اس وقت تمام دنیا کے ممالک۔ مسلم اور غیر مسلم۔ میں نہ صرف رواج پذیر ہیں بلکہ انھیں قانونی درجہ بھی حاصل ہے۔

مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق ان تمام کوششوں نے سرمایہ اور محنت کے تنازعہ کو مزید الجھایا اور اس آویزش کی آنچ کو تیز تر کیا۔ اسکی اصل وجہ چارہ گر کی وہ نادانی ہے جو دل کے درد کا علاج پنڈلی پر پٹی باندھ کر کرنا چاہتا ہے۔

اسلام ـــــ دین فطرت۔ کا قانون محنت و اجرت جسے اللہ کریم نے آجر و مزدور کے تعلقات کو محبت، انسانی برادری اور برابری پر استوار کرنے کے لیے اتارا۔ آج بھی محنت اور سرمایہ کے تنازعہ کا حل اخوت اور بھائی چارہ کی بنیاد پر کرتا ہے۔ آئیے اب ہم اس عادلانہ

قانون کے ان مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی مدد سے اس تنازعہ کا حل کیا جا سکتا ہے۔
مگر پہلے ہم یہ تو دیکھیں کہ سرمایہ دار اور مزدور کے تنازعہ کی اصل وجہ کیا ہے ؟

سرمایہ دار اور مزدور کے تنازعہ کی اصل وجہ

اگر شمار کرنا چاہیں اور بالخصوص جبکہ سرمایہ دارانہ معاشی فکر میں پلے اور بڑھے ماہرین معاشیات (جنھیں علاج سے زیادہ مرض سے دلچسپی ہوتی ہے) بھی ہمارے شریک کار ہوں، تو ہم سرمایہ اور محنت کے تنازعہ کی وجوہ کی ایک لمبی فہرست تیار کر سکتے ہیں مگر بنظر عمیق جائزہ لیں تو یہ تمام وجوہ اور ان سے پیدا شدہ اثرات صرف ایک ہی وجہ پر مبنی ہیں اور وہ ہے خیر خواہی کے جذبہ سے عاری اور خود غرضی سے لبریز ذہنیت جو سرمایہ دار اور مزدور میں موجود ہے۔ سرمایہ دار چاہتا ہے کہ مزدور سے کام زیادہ لے اپنی پیداوار زیادہ کرنے اور اپنا زیادہ سے زیادہ نفع یقینی بنائے جبکہ مزدور چاہتا ہے کہ کام چوری کرے۔ کارخانہ دار کی پیداوار ہو نہ ہو مگر اسے اجرت زیادہ سے زیادہ یقینی طور پر ملے۔ بس یہی وہ خود غرضانہ ذہنیت ہے جس نے سرمایہ دار کو ظالمانہ استحصال پر لگا دیا ہے اور مزدور کو انتقامانہ بغاوت پر اُبھار دیا ہے۔

سرمایہ دار اور مزدور کے خوشگوار تعلقات کی استواری کے لیے اسلامی تعلیمات

اسلام ــــ دین رحمت ــ نے سرمایہ دار اور مزدور کے تنازعہ کو حل کرنے اور ان کے باہمی تعلقات کو اخوت و ہمدردی کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے مشفقانہ اور حکیمانہ تعلیمات کا ایک سلسلہ فراہم کیا ہے جنھیں مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا ۔ سرمایہ دار (اصل دار) کے لیے تعلیمات۔
ب ۔ مزدور یا ملازم کے لیے تعلیمات۔
ج ۔ مشترکہ تعلیمات۔

۶۔ سرمایہ دار (اصل دار یا آجر) کے لیے تعلیمات:

اسلام کا اصلاحی خطاب پہلے نسبتاً زیادہ طاقتور فریق تنازعہ یعنی سرمایہ دار۔ جسے اصل دار یا آجر بھی کہہ سکتے ہیں۔ سے ہے اور اسے اسلام اخلاقی اور قانونی دونوں طریقوں سے اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے کمزور اور ضرورت مند بھائی مزدور (یا اجیر) کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھا کر اس کا استحصال نہ کرے۔ دراصل اسلام اس طرح سرمایہ دار کے فرائض اور مزدور کے حقوق بیان کرتا ہے۔ جن کا ایک اجمالی خاکہ ان سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ تنخواہ یا حق خدمت

تنخواہ یا اجرت وہ معاوضہ ہے جو ایک کام کرنے والا اپنی جسمانی یا ذہنی محنت کے صلہ میں حاصل کرتا ہے جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں وہ اصل وجہ جو سرمایہ دار اور مزدور کے خوشگوار تعلقات کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے وہ مزدور کا حق خدمت یا تنخواہ یا معاوضۂ کام ہے، جس کے عادلانہ نہ ہونے اور اس کی بر وقت ادائیگی نہ ہونے نے مزدور کی شکایت کو جنم دیا ہے اور اس کے غم و غصّہ کو بڑھایا ہے۔ اس کی اس جائز شکایت نے اسے بارہا سرمایہ دار سے انتقام لینے، کام چوری کرنے اور سرمایہ دار کو نقصان پہنچانے پر آمادہ کیا ہے۔

رواجی معاشیات (TRADITIONAL ECONOMICS) کے ماہرین نے تنخواہ کے مسئلہ کی گتھی کو سلجھانے کے لیے بہت کوششیں کی ہیں اور بہت سے نظریات معاوضہ کو پیش کیا ہے مثلاً

اجرت کا "نظریہ طلب و رسد" جس کا مطلب ہے جس کاروبار میں مزدوروں کی طلب زیادہ ہوگی اور رسد کم ہوگی، وہاں ان کی اجرت زیادہ ہوگی اور جس کاروبار میں مزدوروں کی طلب کم اور رسد زیادہ ہوگی وہاں ان کی اجرت کم ہوگیا۔

اجرت کا ایک مقبول نظریہ "مختتم پیداوار کا نظریہ" THEORY OF MARGINL PRODUCTIVITY ہے اس نظریہ کی رو سے مزدور کی اجرت اس اضافہ

کی مقدار یا اس کی مالیت کے برابر ہوگی، جو ایک کاروبار میں کام کرنے والے مزدوروں میں سے آخری کام پہ لگنے والا مزدور کرتا ہے۔

تعین اجرت کا ایک تیسرا مشہور نظریہ بھی ہے، جسے "نظریہ کم از کم اجرت" کہا جاتا ہے جس کی رو سے کسی ملک کی حکومت یا عالمی سطح پر حکومتیں مل کر یہ قانون پاس کر لیتی ہیں کہ ایک مزدور کی کم از کم اجرت یا تنخواہ یہ ہوگی خواہ وہ مزدور کی ضروریات زندگی کی کفالت کرے یا نہ کرے۔

ان تین مشہور نظریات کے علاوہ بھی کئی نظریات بنے اور مٹے ہیں جن کا ذکر ضروری نہیں اگر ہم مذکورہ بالا تینوں نظریات کا جائزہ لیں تو ان کی نمایاں خامی مزدور کی ضروریات کی کفالت کو مدنظر نہ رکھنا ہے۔ مثلاً (ا) نظریہ طلب و رسد کو لیں۔ اس کی رُو سے اگر کسی مقام پر کثرت آبادی کی وجہ سے مزدوروں کی تعداد زیادہ (مثلاً ۲۰) ہے اور کام کے لیے تھوڑے مزدوروں (مثلاً ۵) کی ضرورت ہے تو کارخانہ دار (یا آجر) ان غریب مزدوروں کی ضروریات زندگی کی پرواہ کیے بغیر مزدوروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان میں سے تھوڑے مزدوروں (۵) کو کم از کم اجرت پہ کام کرنے پر مجبور کرے گا جسے وہ بظاہر خوشی اور دراصل مجبوری سے قبول کر لیں گے۔ اور اگر مزدور کام کے لیے مطلوبہ تعداد (مثلاً ۵) سے کم (مثلاً ۴ ہی) ہیں گو ایسا شاذ ہی ہوتا ہے۔ تو پھر سرمایہ دار اپنا کام بہرصورت جاری رکھنے اور پوری پوری پیداوار حاصل کرنے کے لیے ان مزدوروں کو کچھ زیادہ پہ خوش کر کے ان سے کام زیادہ کرالے گا۔ کیونکہ ع مزدور خوش دل کند کار بیش۔

(ii)۔ تعینِ اجرت کا مقبول عام نظریہ "مختتم پیداوار کا نظریہ" لیں۔ اس نظریہ کے مطابق کسی کاروباری فرم یا کارخانہ یا کاروباری یونٹ میں کام کرنے والے مزدوروں کی اجرت کا تعین پیداوار میں اس اضافہ کی مقدار یا اس کی مالیت کے برابر ہوگا جو اس کاروبار میں لگنے والے آخری مزدور (مختتم مزدور) کے کام سے ہوگا۔ اس اضافہ کو روایتی معاشیات میں مختتم پیداوار اضافہ کہا جاتا ہے اور تمام مزدوروں کی تنخواہ اس مختتم پیداوار اضافہ کو معیار بنا کر مقرر کی جائے گی خواہ یہ مزدور کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے سے

کہیں کم ہو۔ دراصل "اجرت مزدور برابر مختتم پیداوار" کے نظریہ کی صورت میں روایتی معیشت نے سرمایہ دار کے ہاتھ میں ایک آئینی ہتھیار تھما دیا ہے جس کے ذریعے وہ مجبور مزدوروں کا دل بھر کر استحصال کرتا ہے اور ساتھ ساتھ منصف مزاج ہونے کا داعی بھی ہے ع

قتل کرتے ہیں مگر ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

iii - اب رہا تیسرا مشہور نظریہ برائے تعین اجرت یعنی "نظریہ کم از کم اجرت" (THEORY OF MINIMUM WAGE) جس کی رو سے حکومت سرمایہ داروں کو پابند کرتی ہے یا حکومت اور سرمایہ دار مل کر یہ طے کر لیتے ہیں کہ مزدور کی کم از کم اجرت اتنی ہوگی ۔ اس نظریہ میں معقولیت ضرور ہے بشرطیکہ وہ کم از کم اجرت اتنی زیادہ ہو جو مزدور اور اس کے گھر والوں کی ضروریات زندگی کی کفالت کر سکے ۔ لیکن اگر کسی ملک میں حکومت ہی سرمایہ داروں کی ہو یا سرمایہ کے بل بوتے پر چند لوگ اسمبلی اور حکومت تک پہنچے ہوں تو پھر کم از کم اجرت کا قانون جو بنے گا اس کا تصوّر آپ کر ہی لیجئے ۔

اب دیکھتے ہیں اس سلسلہ میں اسلام کے معاشی نظام کی تعلیمات کیا ہیں ؟ اس بارے چند عنوانات قابل توجہ ہیں ۔

۱ ۔ <u>تنخواہ کی تعیین :</u> اسلام "عادلانہ تنخواہ" (EQUITABLE WAGE) کا داعی ہے "عادلانہ تنخواہ" وہ ہوگی جو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی میں آجر اور مزدور کو برابر کر دے گو یہ ضروری نہیں کہ دونوں دو وقت قورمہ اور بریانی کھائیں مگر اتنا تو ضروری ہے کہ اگر کارخانہ دار دو وقت گوشت پلاؤ اڑائے تو مزدور دو وقت کم از کم دال سبزی تو باعزت طریقہ سے کھا سکے ۔ اس ضمن میں غریب مزدور کے سچے ہمدرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ملاحظہ کریں :

إخوانكم خولكم، جعلهم الله تحت أيديكم،
فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل
وليلبسه مما يلبس[۱]۔

---

[۱] ابو عبداللہ محمد ابن اسماعیل بخاری : جامع الصحیح ، جلد ۲ ، کتاب العتق ، مطبع خیریہ ، قاہرہ ، ۱۳۰۴ھ

ترجمہ: (جان لو) یقیناً یہ تمہارے خدّام تمہارے بھائی ہی تو ہیں جنہیں اللہ کریم نے تمہارے ماتحت بنا دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے کسی بھائی کو بطور ملازم اپنے ماتحت رکھتا ہے، وہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء اسلام نے عادلانہ تنخواہ کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ اتنی مالیت کی ہو جو سرمایہ دار اور مزدور کو اس کی بنیادی ضروریات زندگی میں برابر کر دے۔[۱]

اس جگہ ایک نہایت بصیرت افروز واقعہ کی طرف اشارہ کرتے چلیں۔ یہ واقعہ فقہاء اسلام کی مندرجہ بالا تعریف کے لیے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت معرورؓ کہتے ہیں "مجھے یہ حدیث حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے سنائی۔ جب وہ یہ حدیث سنا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ وہ اور ان کا ملازم ایک ہی قسم اور رنگ کے کپڑے کے حلّے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مبارکہ میں مجھے ایسا ہی کرنے کی تعلیم فرمائی تھی"! حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اس نصیحت پر عمل کرنے میں یہاں تک احتیاط فرماتے کہ اُن کے پاس ایک چادر (مال غنیمت میں سے) آتی یا ایک ہی خرید سکتے تو اس کے دو حصّے کر کے آدھی چادر خود استعمال فرماتے اور آدھی اپنے خادم کو دے دیا کرتے۔[۲]

اسلام نے "عادلانہ تنخواہ" کی تعلیم دے کر سرمایہ دارانہ نظام کی اُس گرہ کو کاٹ دینا چاہا ہے جس کے ذریعہ ایک مل مالک اور کارخانہ دار ایک غریب مزدور کو اس کی بے بسی، افلاس اور فاقہ کشی پر ترس کھانے کی بجائے اسے "اجرت کی کمی" کے جال میں پھنسا لیتا ہے۔ سرمایہ دار (مل مالک) جانتا ہے کہ مزدور بے بس ہے، غریب ہے، مجبور ہے اور اس کی بے چارگی اُسے اس کی عادلانہ اجرت (۵۰ روپے یومیہ) کی بجائے استحصالانہ

---

[۱] مولانا مناظر احسن گیلانی: اسلامی معاشیات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۵۷، ۴۸

[۲] صحیح بخاری، جلد ۲، کتاب العتق، ص ۶۰

اجرت (۱۰ روپے یومیہ) پر کام کرنے پر مجبور کر دے گی۔ لہٰذا وہ بے نوا کم اجرت پر بھی کام کر کے خوش ہوگا۔ ظالم سرمایہ دار اپنے ضمیر کو غالباً یہ فریب دے کر مطمئن کر لیتا ہے کہ اس نے مزدور پر ظلم نہیں کیا بلکہ مزدور اپنی خوش دلی سے یہ ظلم برداشت کر رہا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے ایسے سرمایہ دار کی ذہنیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

دے رہا ہوں مزد کی صورت میں اس کو میں زکاۃ
درحقیقت اسکی محنت کا صلہ کچھ بھی نہیں
اس کی کم ظرفی نے فطرت کا بگاڑا ہے مزاج
رفتہ رفتہ ہو رہی ہے وہ خسیس و خشمگیں
سیم و زر لے کر بھی میں راضی نہ تھا روز ازل
بن گیا مزدور جھٹ جاروب و تیشہ کا رھین

اجرت کی کمی کا حربہ سرمایہ دار ایک دوسرے طریقہ پر بھی استعمال کرتا ہے، وہ یہ کہ کام زیادہ سے زیادہ لیا جائے اور اجرت کم سے کم دی جائے جبکہ بے بس مزدور اس ظلم کو بظاہر رضامندی سے گوارہ کر لیتا ہے کیونکہ وہ اس تلخ حقیقت سے بخوبی آشنا ہوتا ہے کہ دولت اور ذرائع دولت پر تو سرمایہ دار کا قبضہ ہے لہٰذا اگر وہ اس کے ظلم سے بچنا چاہے گا تو بھوکوں مرے گا اور اگر کسی دوسرے سرمایہ دار کے ہاں کام کرنے جائے گا تو اس کا استحصال تو وہاں بھی ہوگا کیونکہ مقام کے بدلنے سے سرمایہ دار کی ذہنیت نہیں بدلتی۔ سرمایہ دار جہاں بھی ہوں گے ان کی ذہنیت ایک ہی ہوگی۔ "مزدور کا استحصال کرنا اور اپنا زیادہ سے زیادہ نفع یقینی بنانا"۔ لہٰذا بے چارہ مزدور سرمایہ دار کے جبر اور اپنی مجبوری کو رضامندی کا روپ دے کر کام کرتا ہے۔ مگر اسلام نے ایسی رضامندی کو "جبری رضامندی" سے تعبیر کیا ہے اور اسے شرعاً حرام ٹھہرایا ہے[۱]

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور مزدور کے اس طور پر کیے جانے والے استحصال

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغۃ، جلد دوم، باب ابتغاء الرزق

کا تدارک کرنے کے لیے انسانوں کو تعلیم دیتے ہوئے اللہ کریم کا ارشاد (حدیث قدسی میں) نقل کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ عزوجل: ثلثة انا خصمهم يوم القيامة۔ ومن كنت خصمه (الى) رجل استاجر اجيرًا فاستوفى منه ولم يوفه[1]

ترجمہ: اللہ کریم کا ارشاد ہے تین قسم کے انسان ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑا کروں گا، اور جس سے میں جھگڑوں گا اسے مغلوب و مقہور کرکے چھوڑوں گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو مزدور سے کام تو پوری طرح لیتا ہو مگر اجرت پوری نہ دیتا ہو۔

تنخواہ کی تعیین کی تیسری کڑی یہ ہے کہ تنخواہ یا معاوضہ ملازمت یا کام شروع کرنے سے پہلے مقرر کی جائے اور مزدور کو اپنی مزدوری یا تنخواہ کا پورا پورا علم ہو۔ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن استئجار الاجیر حتّٰی بیّن له أجره[2]

ترجمہ: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ کسی مزدور (یا ملازم) کو اس کی اجرت (تنخواہ) طے کیے بغیر کام (ملازمت) پر لگایا جائے۔

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استاجر أجیرًا فلیعلمه اجره[3]۔

ترجمہ: جس شخص نے کسی ملازم (مزدور) کو اجرت پر رکھا اسے چاہیے کہ

---

[1] بیہقی: السنن، جلد ۶، کتاب الاجارۃ

[2] حوالہ بالا

[3] ابن قدامہ حنبلی: المغنی، جلد ۵، دارالمنار، قاہرۃ، ۱۳۶۷ھ، ص ۴۰۴

اس کی اجرت (تنخواہ) پہلے بتائے ۔

مزید برآں اسلام کا عادلانہ اقتصادی نظام یہ تعلیم دیتا ہے کہ تنخواہ کام (ملازمت) کی نوعیت اور ملازم کی لیاقت کے مطابق طے کی جائے ۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے :

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ الاحقاف : ۱۹)

ترجمہ : اور ہر ایک کے لیے درجہ بندیاں ہیں اپنے کیئے ہوئے کاموں کے مطابق ، تاکہ ان کے کاموں کا پورا پورا بدلہ مل جائے اور اُن پر ظلم نہیں گا ۔

ب ۔ تنخواہ کی ادائیگی : طاقتور سرمایہ دار غریب مزدور کو تنگ کرنے کے لیے ایک حربہ تنخواہ کی ادائیگی میں تاخیر سے کرتا ہے ۔ تنخواہ یا معاوضہ اگر منصفانہ طے بھی ہو جائے تب بھی اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا بیچارے مزدور کے لیے مالی مشکلات پیدا کر دیتا ہے ۔ نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ دار کی اس حرکت کو ظلم قرار دیتے ہوئے فرمایا :

مطل الغنی ظلم[1] مالدار کا (مالداری کے باوجود دوسرے کے مالی حقوق کی ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے ۔ اگرچہ اس حدیث سے عموماً مراد قرض کی ادائیگی میں تاخیر لیا گیا ہے مگر تنخواہ کی ادائیگی تو قرض حسنہ کی ادائیگی سے بھی زیادہ ضروری ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزدور طبقہ کے اس حق کی فوری ادائیگی کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد گرامی سے لگایا جا سکتا ہے ۔

اعطوا الأجير أجره قبل ان يجفّ عرقه[2]

ترجمہ : مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا کرو ۔

ادائیگی اجرت کے سلسلہ میں بعض اوقات ایسی صورت حال بھی سامنے آتی ہے کہ مزدور بوجوہ اپنی تنخواہ وصول نہیں کر سکتا ۔ ان حالات میں اسلام سرمایہ دار کو تلقین کرتا ہے کہ وہ

---

[1] بیہقی : السنن ، جلد ۶ ، کتاب الاجارۃ ۔

[2] ابن ماجہ : السنن ، کتاب الاجارۃ ۔

مزدور کی غیر وصول کردہ اجرت پیداواری کاروبار میں لگا دے اور اس سے ہونے والا منافع اور اصل دونوں مزدور یا اس کے متعلقین کو پہنچا دے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس موضوع پر ایک مستقل باب باندھا ہے، جس کا عنوان ہے۔

من استاجر اجيرًا فترك اجره تعمل فيه المستاجر فزاد[1]

ترجمہ: جس نے کسی مزدور کو اجرت پر لگایا۔ مگر وہ اپنی اجرت چھوڑ گیا پھر متاجر (اصل دار۔ سرمایہ دار) نے اُسے کاروبار میں لگا دیا اس میں اضافہ ہو گیا (تو وہ اضافہ کے ساتھ واپس کی جائے گی)۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فقہاء اسلام مزدور کی مزدوری یا ملازم کی تنخواہ کی ادائیگی کے معاملہ میں کس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اُسے کسی صورت میں بغیر ادائیگی کے نہیں چھوڑتے۔ اگر کوئی سرمایہ دار کسی بے بس مزدور کی تنخواہ ادا نہیں کرتا تو وہ اسلام کی نظر میں ظالم ہے۔ اللہ کریم نے سرمایہ دار یا آجر کو اس باب میں اس اہتمام سے تعلیم دی ہے کہ اسے بتایا کہ میں کسی کام کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتا تو پھر تم کیونکر کر سکتے ہو۔ ارشاد باری ہے۔

اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ ۔ (سورۃ آل عمران: ۱۹۵)

ترجمہ: یقیناً میں تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت ضائع نہیں کرتا۔

ج۔ تنخواہوں میں تفاوت (DIFFERENOE IN WAGES):

اسلام ــ جو عدل و حکمت کا نظام ہے۔ کبھی نہیں حکم دیتا کہ تمام مزدوروں کو یکساں تنخواہ اور سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ایسا حکم دینا یا ایسی تمنا کرنا عدل و انصاف اور حکمت و دانائی کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ جس طرح تمام انسان برابر نہیں، ان میں ہر ایک کسی نہ کسی خوبی یا خامی میں دوسروں سے نمایاں ہے، اسی طرح مختلف پیشوں، مختلف مقامات اور مختلف معاشی حالات میں کام کرنے والے مزدور اور ملازم بھی مختلف ہوتے ہیں ان میں سے کوئی کسی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاجارات۔

فن کا ماہر مثلاً ڈاکٹر، انجنیئر اور معمار ہے کوئی اعلیٰ درجہ کی ذہنی اور عقلی لیاقت کا مالک ہے مثلاً پروفیسر، وکیل، دانشور وغیرہ اور کوئی صرف سڑک کے کنارے روڑی کوٹنے والا ہے، جھاڑو لگانے والا ہے یا گارا مٹی اٹھانے والا۔ مختلف لیاقت، فن، پیشہ حالاتِ کار کے لحاظ سے ان ملازمین اور مزدوروں کی تنخواہوں میں بھی فرق ہوگا۔

وہ اسباب جو تنخواہوں میں تفاوت کا موجب بنتے ہیں ان نمایاں ترین ہیں۔ کام کی نوعیت، ملازمت کی نوعیت (عارضی یا مستقل) حالاتِ کار کی نوعیت (زیادہ محنت یا کم محنت / آب و ہوا کا اثر، شرائطِ ملازمت وغیرہ) تربیت یافتہ یا غیر تربیت یافتہ ہونا۔ نقل مکانی اور محنت کی نقل پذیری، تعلیم و مہارت وغیرہ۔

اسلام نے اجرتوں میں تفاوت کے تصور کو رواج دے کر مزدوروں اور ملازمین کے طبقہ پر ایک احسان کیا ہے کہ انہیں ان کی محنت کا ثمرہ ان کی قابلیت اور محنت کو مدِنظر رکھ کر دیا جانا چاہیے۔ بھلا یہ کس قدر ناانصافی ہوتی ایک اگر ڈاکٹر جس نے ۱۶ سال اپنے والدین سے دور رہ کر، گھر بار چھوڑ کر، پردیس کی صعوبتیں اور پریشانیاں برداشت کرکے اور مسلسل شبانہ روز مشقت کے بعد ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی ہو وہ ۵۰ روپے یومیہ لے اور ان پڑھ مزدور جو ساری رات میٹھی نیند کا مزہ لے کر صبح اُٹھ کر کام پر لگ جائے وہ بھی ۵۰ روپے یومیہ لے۔

ہاں ہماری اس بحث سے یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ اسلام تربیت یافتہ ملازمین اور غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی تنخواہ میں اس قدر تفاوت بھی برداشت کرتا ہے کہ مزدور اپنی بنیادی ضروریات زندگی سے بھی کم تنخواہ پائیں، نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بھی ظلم ہوگا کہ مزدور کو اتنا بھی نہ دیا جائے کہ وہ پیٹ بھر کھا بھی نہ سکے۔ اس پر پہلے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

قرآن کریم نے اس بارے میں ایک ابدی قانون دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا۔ (سورۃ الاحقاف ۴۶ : ۱۹)

ترجمہ: ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق درجہ دیا جائے گا۔

۲۔ حق راحت و آرام

اسلام سرمایہ داروں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنے ملازمین یا مزدوروں سے اتنا کام لیں جتنا وہ آسانی سے کر سکیں۔ اوقات کار جو معاہدہ فریقین میں طے پائے اس سے زیادہ کام لینا شرعاً ظلم ہے، البتہ مزدور یا ملازم سے اس کی رضامندی کے ساتھ مقررہ اوقاتِ کار سے زیادہ کام معاوضہ دے کر لیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مظلوم طبقہ کے آرام و راحت کا کس قدر احساس تھا اس کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولا تکلفوھم ما یغلبھم۔ فان کلفتموھم ما یغلبھم فاعینوھم [۱]

ترجمہ: اور ان پر ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو انھیں ہلکان کر دے اور اگر تمہیں کبھی مجبوراً ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر (ان کے شریک حال بن کر) ان کی مدد کرو۔

"فاعینوھم" سے یہاں بیک وقت دو معانی مراد لیے جا سکتے ہیں ایک مشکل کام میں اُن کا ہاتھ بٹانا اور دوسرے ان کی مالی اعانت کرنا یعنی زائد کام کا معاوضہ دینا (واللہ اعلم)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور (ملازم) کو بھی تلقین فرمائی کہ رزق دینے یا رزق میں وسعت دینے والی ذات تو رزّاق حقیقی اللہ کریم کی ذات ہے، خواہ مخواہ اتنی محنت و مشقت نہ کرے کہ اپنے آپ کو ہلکان کر دے بلکہ اپنے آرام و راحت کا بھی خیال کرے، صحت و تندرستی کے ہوتے ہوئے زیادہ کمائی کے مواقع ملتے رہیں گے جبکہ بیماری اور تھکاوٹ کے ساتھ جو موجودہ ہے اُس کے بھی چھن جانے کا خطرہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

[۱] صحیح بخاری، جلد ۲، کتاب العتق

اکلفو من العمل ما تطیقون[۱]

ترجمہ: کام کرتے وقت اتنی ہی تکلیف برداشت کرو، جتنی طاقت رکھتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:

روحوا القلوب ساعة بعد ساعة فان القلوب إذا کلت عمیت[۲]

ترجمہ: وقتاً فوقتاً (اپنے) دلوں کو راحت دیا کرو کیونکہ دل جب تھک جاتے ہیں تو بے حس ہو جاتے ہیں۔

ایک دوسرے موقعہ پر آپ نے آجر کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

ولا یکلف من العمل الا ما یطیق[۳]

ترجمہ: اور کام لینے میں اُسے اتنی تکلیف نہ دی جائے جو وہ برداشت نہ کر سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک عام ارشاد میں مزدور پر شفقت کو اس انداز میں سمو دیا ہے۔

ان اللہ تعالیٰ رفیق، یحب الرفق ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف[۴]

ترجمہ: یقیناً اللہ کریم نرم خو ہیں، نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ عنایت فرماتے ہیں جو سختی پر نہیں عنایت فرماتے۔

اگر غور کیا جائے تو اس حدیث میں آجروں (اصل داروں) کو یہ مژدہ بھی سنایا گیا ہے۔

---

[۱] ابن ماجہ: السنن، جلد ۲، کتاب الاجارات

[۲] صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، باب النفقات وحق المملوک، حدیث نمبر ۳

[۳] حوالہ بالا

[۴] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، حدیث نمبر ۱

کہ اگر وہ اپنے ملازمین (مزدوروں) پر آسانی کریں گے اور کام کا بے جا بوجھ نہیں ڈالیں گے تو اللہ کریم ان کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے اور یہ برکت کبھی بھی سخت گیری میں نہیں اُترتی۔

قرآن مجید نے اس سلسلہ میں حضرت شعیب علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مکالمہ کا وہ جملہ نقل کر کے جس میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے شرائط ملازمت طے کر رہے تھے، یہ بتایا ہے کہ ملازم پر بے جا بار مشقت ڈالنا ظلم ہے جسے تمام انبیاء علیہم السّلام کی شریعتوں نے حرام قرار دیا ہے قرآن مجید کی زبان میں (حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے) فرماتے ہیں۔

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ط سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ (سورۃ القصص (۲۸) : ۲۷)

ترجمہ: اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر بار مشقت ڈالوں۔ اگر اللہ کریم نے چاہا تو تو مجھے صالحین میں سے پائے گا۔

اس جملہ میں دو اصول واضح طور پر ملتے ہیں:

۱:۔ آجر (سرمایہ دار) ملازم (مزدور) پر کام کا ایسا بار نہیں ڈالے گا جو اُسے گراں گذرے۔

۲:۔ ایسا بار مشقت نہ ڈالنے والا آجر صالح ہوگا اور جو آجر ایسا بے جا بار ڈالے گا وہ بد اور ظالم ہوگا اور ظالم دنیا میں حکومتی قانون کی رو سے سزا کا اور آخرت میں اللہ کریم کے عذاب کا مستحق ہے۔

قرآن مجید نے ایک دوسرے فرمان میں راحت و آسانی کے اس قانون کو ایک عام قاعدہ کے طور پر بیان کیا ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ج وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا
(سورۃ النساء (۴) : ۲۸)

ترجمہ: اللہ کریم چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مزدوروں اور ملازمین کے لیے راحت و آرام (REST ، RECREATION) جو نظام آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں مروج ہے، اس کا تصور بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں دیا تھا۔

۲۔ کاروبار کے منافع میں مزدور/ملازم کی شرکت

صنعتی ترقی کے اس دور میں جبکہ تمام حکومتیں اپنے آپ کو فلاحی ریاست کہتی نہیں تھکتی ہیں اور جب کہ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں مزدور اور ملازمین اپنی انجمنیں بھی بنا چکے ہیں، جن کی مسلسل طویل جد وجہد نے ان فلاحی ریاستوں کو ایسے قوانین پر غور کرنے کے لیے مجبور کیا ہے جن کی رو سے مزدور بھی کاروباری منافع میں شریک ہو سکیں اور غالباً ایسے قوانین کی تیاری کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مزدور حصہ دار بن کر زیادہ لگن سے کام کریں گے اور پیداوار بڑھے گی۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ نے جو اسلامی ریاست قائم کی اس کے مزدور کو روز اوّل ہی سے یہ حق دیا تھا کہ وہ کاروباری منافع میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات نظائر کا درجہ رکھتے ہیں۔

اعطوا الاجیر من عملہ[1]

ترجمہ: مزدور کو بھی اس کی محنت (کے ثمر) میں سے کچھ دو۔

ایک دوسری روایت میں اجیر کی بجائے عامل کے الفاظ آئے ہیں، دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

إعطوا العامل من عملہ[2]

ترجمہ: ملازم (عامل) کو اس کے کام (کے ثمرات) میں سے دیا کرو۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حصہ داری کی وجہ بھی بیان فرما دی ہے۔ ارشاد ہے:

---

[1] الھیثمی، حافظ نور الدین علی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد، جلد ۴، مکتبۃ القدسی، قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، ص ۹۸

[2] حوالہ بالا۔

إذا أتى أحدكم خادمه بطعامه، فان لم يجلسه معه فليناوله أو لقمتين أو أكلتين فانه ولي علاجه[1]

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا لے کر آئے، اور وہ اُسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے کے لیے بٹھا نہ بھی سکے تو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک نوالہ یا دو نوالے ہی دے دے کیونکہ اسی نے تو اس (کھانے) کو تیار کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔

اس ارشاد گرامی میں " فانه ولي علاجه " کا جملہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ خادم کو شریک طعام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مالک (سرمایہ دار) کے مال اور اس کی محنت نے مل کر کھانے کو وجود دیا ہے، لہذا اب ضروری ہے کہ مالدار ملازم کی محنت کے پیداواری فوائد (کھانا یا کوئی دوسری پیداوار) میں اُسے شریک کرے۔

اس ارشاد گرامی سے جو دوسری حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیداوار کے فوائد میں شرکت اصل تنخواہ کے علاوہ ہو کیونکہ خادم کو کھانے کا ایک لقمہ یا دو لقمے دے دینا ہی تو اس کی محنت کا صلہ نہیں بن سکتے۔

۴۔ نقصان یا شکست وریخت کی صورت میں جرمانہ | دورانِ کاریا

پیداواری عمل کے دوران مزدور یا ملازم سے مشینری کا پرزہ ٹوٹ سکتا ہے یا کوئی سامان ضائع ہو سکتا ہے یا کاروبار میں ملازم کے کسی عمل سے نقصان آسکتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں کیا اصل دار ملازم یا مزدور سے تاوان یا جرمانہ کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ اس کا جواب دینے کے لیے ہم یہ بتانا چاہیں گے کہ فقہاء اسلام نے اجیر (ملازم یا مزدور) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ اجیر خاص
۲۔ اجیر عام

---

[1] بخاری: کتاب العتق

۱۔ اجیر خاص ۔ وہ ذاتی ملازم یا مزدور جو ایک مقررہ مدت (سال، ماہ، دن، گھنٹہ) کے لیے مقررہ تنخواہ (اجرت) اور مقررہ مدت شرائط کے ساتھ رکھا جائے۔ ایسا ملازم اگر غیر ارادی طریقہ پر کوئی نقصان کر دے تو اُس سے کوئی تاوان وغیرہ نہیں لیا جائے گا یہ تمام فقہاءِ اسلام کی رائے ہے[1]

۲۔ اجیر عام ۔ ایسے مشترک مزدور یا کارندہ کو کہتے ہیں جو اجرت لے کر تمام لوگوں کے کام کر دیتا ہو مثلاً دھوبی، لوہار، بڑھی وغیرہ ۔ ایسا مزدور اگر سامان کو ضائع کر دے، نقصان پہنچائے یا اس کی نگرانی میں چوری ہو جائے تو اس سے تاوان کا مطالبہ کیا جائے گا ۔ یہ رائے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور احمد ابن حنبلؒ کی ہے ۔ مگر امام شافعیؒ اس مزدور کو بھی اگر وہ ایسا نقصان غیر ارادی طور پر کرے تو تمام قسم کے تاوان سے بری قرار دیتے ہیں ۔ البتہ ایسا مزدور کسی کام کرنے کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکے گا[2]

یہاں بھی اسلام نے عدل اور شفقت کا دامن چھوڑنے کی اجازت مالک یا اصل دار کو نہیں دی ۔ صرف اُسے اس صورت میں تاوان لینے کی اجازت دی جب ملازم یا مزدور نے اس کا نقصان جان بوجھ کر کیا ۔ اور مزدور یا ملازم کو سمجھایا کہ اس صورت میں اجرت کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ مال کے نقصان یا گم ہونے پر اجرت کا مطالبہ بے حسی کی دلیل ہے جبکہ اسلام باہمی رواداری اور مروّت کا دین ہے ۔

اس مختصر بحث سے آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اسلام کو اس غریب اور کمزور طبقہ کا کس قدر خیال ہے ۔ یہاں یہ ذکر کر دینا دلچسپی اور عبرت سے خالی نہیں ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس عالم ناپیدار سے عالم بقا کی طرف رخت سفر باندھ رہے تھے تو ان کی زبان مقدس پر جو آخری الفاظ تھے وہ بھی اس کمزور طبقے کی حمائت کے لیے تھے

الصلوٰۃ وَمَا ملکت أیمانکم[3]

---

[1] امام سرخسی : المبسوط، جلد ۱۵، قاہرۃ، کتاب الاجارۃ، ص ۸۰ - ۸۲

[2] حوالہ بالا ص ۱۰۴

[3] الهیثمی : مجمع الزوائد، ص ۹۸ ۔

ترجمہ: نماز اور ماتحتوں کا خیال رکھنا۔
کیا زبان نبوت سے یہ پیغام بھی انسانیت کے لیے آپ کی نبوت کی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی الٰہی یہ جان لیا تھا کہ اس کمزور طبقہ پر دنیا میں طاقتور ظلم کریں گے۔ لہٰذا آپ نے اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ (واللہ اعلم)

ب۔ مزدور یا ملازم کے لیے تعلیمات

اب ہم اسلام کی اُن تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق مزدور یا ملازم کے فرائض اور اصل دار یا مالک کے حقوق سے ہے، کیونکہ اسلام صرف حقوق کا مذہب نہیں یہاں فرائض بھی ہیں اور ایک فرد حقوق اور فرائض کے نظام کو کامیابی سے نبھا کر ہی صحیح اور کامیاب فرد کہلا سکتا ہے۔
اسلام نے آجر (اصل دار کے حقوق پورا کرنے کے لیے اجیر (ملازم یا مزدور) کو جو تعلیمات دی ہیں، ہم ان کا احاطہ درج ذیل عنوانات کے تحت کرتے ہیں۔

۱۔ کام یا پیشہ میں مہارت

اسلام نے ملازم (خادم، مزدور، اجیر) کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ جو پیشہ یا ملازمت اختیار کرنا چاہیے اس میں پوری طرح مہارت حاصل کرے تاکہ وہ اصل دار کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکے، اس کے کام کو بخوبی پورا کر کے اُسے نفع پہنچائے، پیداوار بڑھ جائے اور اس کے لیے سہولیات فراہم کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إن الله يحب إذا عمل أحدكم عملاً أن يتقنه[1]

ترجمہ: یقیناً اللہ کریم یہ پسند فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی جب کسی کام (پیشہ) کو اپنائے تو اُس میں پوری مہارت حاصل کرے۔

---

[1] الهیثمی: مجمع الزوائد، ص ۹۸

۲۔ کام میں لگن اور اخلاص

مزدوری کے لیے ضروری ہے کہ جس کام کی اُجرت لیتا ہے اُسے اخلاص اور لگن سے کرے، کام چوری اور وقت کا زیاں اسلام میں مزدور یا ملازم کے بڑے بڑے جرم تصور کیئے جاتے ہیں۔ اسلام نے ملازم (مزدور) کو جو پیغام دیا ہے اس کا اندازہ لگانے کے لیے اِس واقعہ پر غور کیجیے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے ایک بزرگ صحابی حضرت سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کیا تو آپ نے اُن کے ہاتھوں کے کھردرے پن کو محسوس کرتے ہوئے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (جو لوہار کا کام کرتے تھے) عرض کیا: لوہا کوٹتے کوٹتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے اُن کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا:

هذه يد يحبها الله و رسوله [۱]

ترجمہ: یہی وہ ہاتھ ہے جو اللہ کریم اور اُس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔

ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور (ملازم) کو نصیحت کے انداز میں فرمایا:

خيرِ الكسبِ كسب العامل إذا نصح [۲]

ترجمہ: بہترین کمائی (مزدور (ملازم) کی کمائی ہے جب وہ (اصل دار سے) خیر خواہی کا معاملہ کرے، یعنی اس کے کام کو خوش اسلوبی اور لگن سے سر انجام دے۔

۳۔ دیانت داری اور امانتداری

اسلام کے قانون محنت کا بنیادی قانون دیانتداری اور امانتداری ہے۔ سلام چاہتا ہے کہ محنت کش طبقہ امانت و دیانت کو اپنا بنیادی وصف بنائے رکھے۔

---

[۱] ابن حجر عسقلانیؒ: الاصابۃ فی تعریف الصحابۃ، ترجمہ سعد رضی اللہ عنہ۔

[۲] الھیثمی: مجمع الزوائد، جلد ۴، ص ۹۸، بحوالہ مسند احمد۔

قرآن مجید میں اللہ کریم نے حضرت شعیب علیہ السّلام کی بیٹی کی زبان ایک بہترین ملازم (مزدور) کے جو اوصاف گنوائے ہیں اُن میں امانت و دیانت نمایاں وصف ہے۔ ارشاد ہے۔

قَالَتْ إِحْدٰهُمَا يٰٓأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ (سورۃ القصص (۲۸) : ۲۶)

ترجمہ : (حضرت شعیب علیہ السّلام کی) ان (لڑکیوں) میں سے ایک نے کہا : اے ابا جان ! اسے (موسیٰ علیہ السلام کو) اپنے ہاں ملازم رکھ لیں۔ یقیناً بہتر ملازم جسے آپ رکھنا چاہیں وہ ہے جو طاقتور ہو، امانت دار ہو۔

اگرچہ عموماً ملازم (مزدور) رکھتے وقت بظاہر اس کی جسمانی طاقت وصحت کو دیکھا جاتا ہے مگر قرآن حکیم نے امانت داری کا وصف لگا کر یہ تعلیم دی ہے کہ اگر ملازم طاقتور تو ہو مگر دیانت دار نہ ہوا تو یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اصل دار کا مال تباہ ہی نہ کر دے یا ہڑپ کر کے بھاگ ہی نہ جائے۔

موجودہ کاروباری زندگی میں امانت و دیانت کے مظاہر خال خال نظر آتے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور، ملازم کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ اصل دار یا سرکار کی املاک کو امانت داری سے استعمال کرے اور اگر وہ اپنی مقررہ تنخواہ یا اجرت سے زیادہ بذریعہ چوری یا رشوت لے تو وہ غلول (غبن) ہوگا آپ کا ارشاد ہے :

من استعملناه على عمل فرزقناه رزقاً فما أخذ بعد ذٰلك فهو غلول[1]

ترجمہ : جس کسی کو ہم (حکومت یا نجی کاروبار دونوں مراد ہیں) کسی کام کے لیے مقررہ تنخواہ (اجرت) پر متعین کریں اور وہ اجرت سے زیادہ (کسی ذریعہ سے) لے تو وہ غبن ہوگا۔

اسلام نے مزدور اور ملازم کو اصل دار یا مالک کے ساتھ وقت اور کام میں انصاف

---

[1] ابوداؤد : السنن، کتاب رزق الولاۃ و ہدایاہم۔

کرنے کا درس دیا ہے ۔ اسلام مزدور (ملازم) کو درس دیتا ہے کہ اس نے جو وقت اصل وار کو دے رکھا ہے اس میں سے تھوڑا سا وقت بھی بلا وجہ ضائع نہ کرے نہ ہی اس دوران کوئی اور کام کرے ۔ اگر اس وقت میں وہ کوئی اور دوسرا کام کرتا ہے تو خیانت کر رہا ہے ۔

اس طرح جو کام اُس کے ذمہ ہے وہ پورا پورا کرے یا پورا کرنے کی پوری دیانتداری سے کوشش کرے اور کام کو جان بوجھ کر ادھورا یا ناقص طریقہ پر کرے ۔ قرآن مجید نے ایسے مزدور اور ملازم کو "مطففین" (کم ناپ اور تول دینے والوں) کے زمرہ میں شامل کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے ۔ ارشاد ہے :

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ۝

(سورۃ التطفیف (۸۳) ۱-۳)

ترجمہ : خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لیے ۔ یہ لوگ ہیں کہ جب دوسرے لوگوں سے ماپ لیں تو پورا پورا لیں اور جب خود ماپ کر دیں یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں ۔

بظاہر یہاں "مطففین" کم ناپ اور کم تول کر دینے والوں کو کہا گیا ہے ، مگر فقہائے اسلام نے اس زمرہ میں اُس مزدور اور ملازم کو بھی شامل کیا ہے جو پوری تنخواہ (اجرت) لے کر وقت کہیں اور لگائے یا ضائع کرے اور پورا کام کرنے کی استطاعت کے باوجود پورا نہ کرے یا اچھا کرنے کی استعداد کے باوجود ناقص کام کرے ۔ اسلام نے اسے اصل وار کے مال کا امین (TRUSTEE) ٹھہرایا اور اپنی بدنیتی سے وہ اس میں کوئی خرابی کرے گا تو خائن ہوگا ۔

قرآن مجید نے اس سلسلہ میں یہ تعلیم دی ہے ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَتَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِكُمۡ (سورۃ الانفال (۸) : ۲۷)

ترجمہ : اے ایمان والو ! اللہ کریم اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو دھوکہ نہ دو۔ نہ اپنی امانتوں میں خیانت کیا کرو۔

ج ۔ آجر (اصل دار) اور ملازم (مزدور) کیلئے مشترکہ تعلیمات

اب ہم اسلامی معاشیات کی چند ایسی تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق آجر اور مزدور (ملازم) دونوں سے ہے اور انھیں مذکورہ عنوانات میں سے کسی ایک کے تحت بیان کرنا مشکل تھا۔ چند نہایت اہم تعلیمات یہ ہیں۔

ا۔ اصل دار اور ملازم بھائی بھائی ہیں

اس اسلام کے قانون مساوات نے اصل دار اور مزدور کو برابر کا درجہ دیا ہے۔ اسلامی درسِ اخوت نے انھیں بھائی بھائی کے بندھن میں باندھ دیا ہے یہاں سرمایہ دار اور مزدور نہیں بلکہ بھائی بھائی ہیں، آقا و ماتحت نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں، اقتصادی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات اس ضمن میں اس قدر مؤثر ہیں کہ دوئی کے تمام بند ٹوٹ جاتے ہیں اور امتیاز کی تمام دیواریں ڈھ جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس کے راوی حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں (جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں) اس کا پہلا جملہ آجر و مزدور یا اصل دار اور ملازم کے تعلقات کو متعین کرنے کی ایک بیّن دلیل کے ساتھ ساتھ ایک طاقتور ذریعہ بھی ہے۔ یہ گویا آجر و مزدور کے تعلقات کو اخوت و ہمدردی کی بنیادوں پر اُستوار کرنے کا ایک انقلابی اعلان ہے۔

إن إخوانكم خولكم جعلهم الله تحت أيديكم ....

(بخاری : کتاب العتق)

ترجمہ : یقیناً تمہارے بھائی ہی تو تمہارے ملازم ہیں، جنھیں اللہ کریم نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔

موجودہ سرمایہ دارانہ نظام نے اگر مزدور کو سرمایہ دار کا غلام بنا دیا ہے تو اشتراکی نظام نے اُسے مشین کا ایک بے حس پرزہ بنا دیا ہے۔ گو اشتراکی نظام نے اسے سرمایہ دارانہ نظام میں اصل دار کی غلامی سے نکالنے کی کوشش کی مگر خود بھی اس غریب کو اصل مقام دینے میں

ناکام رہا ہے کیونکہ یہاں وہ نجی آقا کی غلامی سے نکل کر سرکاری آقا کی غلامی میں چلا گیا ہے جس نے اسے منظم معیشت کی اندھی مشین کا ایک بے حس پُرزہ بنایا دیا ہے۔ جبکہ اسلام نے اسے اصل دار کے برابر کا مقام عطا کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ داروں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مزدوروں اور ملازموں کو اپنی اولاد کی سی شفقت اور محبت دیا کریں، ان کی عزت کریں اور اپنے جیسا کھلائیں پلائیں ارشاد ہے:

اکرموهم ککرامة أولادکم واطعموهم مما تاکلون
... . فاذا اصلّی فهو اخاك [1]

ترجمہ: ان کی ایسی عزت افزائی کرو جیسی اولاد کی کرتے ہو اور انہیں وہی کھلاؤ، جو خود کھاتے ہو ——— اور جب وہ (تمہارا خادم) نماز قائم کرنے لگ جائے تو پھر تو وہ تمہارا (برابر کا) بھائی ہے۔

اس حدیث میں ایک اور بڑی حکیمانہ بات فرمائی کہ تمہارا خادم یا مزدور تمہارا بھائی تو ہے ہی مگر ہو سکتا ہے مالدار ہونے کی وجہ سے تمہارے دل میں بڑائی کا احساس ہو تو یہ جان لو کہ اگر تمہارے خادم یا مزدور نیک اور نمازی ہیں تو انھیں بالکل اپنا بھائی تصوّر کرنا یعنی عام مزدوروں (ملازموں) سے ان کی تکریم زیادہ کرنا اور انہیں ان کی عبادت کی ادائیگی سے باز نہ رکھنا (واللہ اعلم)

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدام (مزدور و ملازمین) کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے اصل داروں یا مالکین کو القابات یا خطابات سے نہ یاد کیا کریں جو اللہ کریم کے لیے زیبا ہیں۔ اسی طرح اصل داروں (سرمایہ داروں) کو تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنے ملازمین کو ایسے ناموں سے نہ پکاریں جن سے اُن کی رسوائی اور اِن کی برتری کا احساس ابھرتا ہو۔ یہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

---

[1] بخاری، کتاب العتق

لا یقل أحدکم اطعم ربّك، وضّئ ربّك، إسق ربّك۔ ولیقل سیّدی ومولائی ۔ ولا یقل أحدکم عبدی أمتی۔ ولیقل فتای وفتاتی وغلامی [1]

ترجمہ: تم میں کوئی (اپنے خادم یا ملازم کو) یہ نہ کہے "اپنے آقا کو کھانا کھلاؤ اپنے آقا کو وضو کراؤ، اپنے آقا کو پانی پلاؤ۔ بلکہ مزدور، خادم کو کہنا چاہیے "میرے سردار" اور تم میں سے کوئی یوں بھی نہ کہے "میرے غلام، میری لونڈی" بلکہ چاہیے کہ وہ کہے "میرے نوجوان ملازم، میری ملازمہ اور میرا لڑکے۔

ایک دوسری روایت میں اپنے ماتحتوں سے ناروا سلوک کرنے والے کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے۔

لا یدخل الجنة سیئ الملکة [2]

ترجمہ: اپنے ماتحتوں سے بدخلقی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

حسن الملکة یمن وسوء الخلق یشؤم [3]

ترجمہ: ماتحتوں سے اچھا سلوک برکت کا ذریعہ بنتا ہے اور ان سے بدخلقی بدبختی لاتی ہے۔

ملازمین اور خدام سے غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں، ان کی غلطیوں پر درگذر کرنا بہت بڑی خوبی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتحتوں سے درگذر کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: جاء رجل إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا رسول اللہ! کم نعفو عن

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العتق۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النفقات وحق المملوک بحوالہ ابن ماجہ۔

[3] حوالہ بالا رواہٗ ترمذی وابن ماجہ۔

الخادم؟ فسكت، ثم اعاد عليه الكلام وصمت۔ فلما كانت الثالثة، قال: إعفوا عنه كل يوم سبعين مرة[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا، یارسول اللہ! اپنے ملازم کو ہم کتنی بار معاف کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے دوبارہ سوال کیا مگر آپ چپ رہے۔ جب اُس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اُسے دن میں ستر (۷۰) بار معاف کیا کرو۔

اس ارشادِ گرامی کی روشنی میں یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کمزور طبقہ کے لیے کس قدر محبت تھی کہ ان کی غلطی دن میں ستر (۷۰) بار معاف کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس کمزور طبقہ کے ساتھ کیا تھا؟ اس کا اندازہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس قول سے لگائیے۔ کہتے ہیں: میں دس (ایک روایت میں سات) سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا مگر آپ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا؟ ایک دن مجھے کسی کام کے لیے کہیں جانے کا حکم دیا مگر میں ناز کے ساتھ اڑکر بیٹھا رہا۔ جب تھوڑی دیر بعد میں گھر سے باہر نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے میرے پیچھے تشریف لائے اور میری گردن پر از راہ محبت ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ انس! اب تو چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اچھا اب جاتا ہوں[2]

مذکورہ بالا بحث سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اسلام نے اس کمزور طبقہ کو استحصالی صورت سے اٹھا کر آجر کے ساتھ برابری کا درجہ عطا فرمایا اور آجر اور اجیر کو بھائی بھائی کا

---

[1] حوالہ بالا۔ رواہ ابوداؤد

[2] حوالہ بالا، صحیح بخاری، جلد ۲۔ باب حسن الخلق والسخاء۔ آخری حدیث۔

درجہ دیا۔ اس سے آجر اور اجیر کی نفسیات پر جو خوشگوار اثر پڑے گا اُس کا نتیجہ معاشی ترقی کی صورت میں نکلے گا، کیونکہ یہاں مزدور اور کارخانہ دار بھائی بھائی ہوں گے، ایک دوسرے کے معاون ہوں گے اور معاشی گاڑی کے دو پہیے۔

۲۔معاہدات کی پابندی

اسلام سرمایہ دار اور مزدور (ملازم) کو قانونی اور اخلاقی طور پر اس امر کا پابند بناتا ہے کہ وہ آپس میں کیے گئے معاہدات کی پابندی کریں۔ دراصل معاہدات کی پابندی کرنا کاروباری زندگی کی تمام خوشگواریوں کی کلید ہے اور ان کا توڑ دینا یا پورا نہ کرنا آجر و اجیر کے ناخوشگوار تعلقات کا سبب بن جاتا ہے۔ پابندی معاہدہ کے لیے قرآن مجید نے بڑا واضح حکم سنایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ (سورۃ المائدۃ (۵):۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! معاہدات کی پابندی کرو۔

اسی طرح پابندی عہد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے پابندی عہد کے بارے میں جتنی آپ کی احادیث مبارکہ ہیں وہ تمام آجر و مزدور کے معاہدات کی پابندی کے لیے بھی سند ہیں۔ لیکن یہاں ہم آپ کا وہ عمل نقل کرتے ہیں جس کا تعلق کاروباری معاہدہ سے ہے۔

عن عبد الله بن أبي الحسماء قال: بايعت النبي صلى الله عليه وسلم قبل ان يبعث و بقيت له بقية. فوعدته أن آتيه بها في مكانه فنسيت، فذكرت بعد ثلاثة ايام فاذا هو في مكانه- فقال: لقد شققت علىّ انا ههنا منذ ثلاث انتظرك [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی الحسماء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، نبوت ملنے سے قبل، خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا، قیمت میں

---

[1] مشکوٰۃ۔ کتاب الاداب، باب، الوعد، حدیث نمبر ۲۰

سے کچھ باقی رہ گیا جسے اُس جگہ لانے کا میں وعدہ کر کے چلا گیا اور میں بھول گیا۔ تین دن بعد مجھے یاد آیا (اور میں واپس گیا) تو آپ اسی جگہ مقیم تھے۔ مجھے صرف اتنا فرمایا: تو نے مجھے تکلیف دی میں تین دن سے یہاں رکا ہوا ہوں۔

اسلام نے اصل دار اور ملازم (مزدور) دونوں کو پابند بنایا ہے کہ وہ "معاہدہ کام یا معاہدہ ملازمت" کی پابندی کریں اور اُن میں سے کوئی بلا وجہ اُسے نہ توڑے۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے کہ "معاہدہ ملازمت" کو آجر یا اجیر میں سے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ یہ ایک لازمی معاہدہ ہے، جسے پورا کرنا ضروری ہے[1]

امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ مزدور یا ملازم اپنی ذاتی وجوہ کی وجہ سے یہ معاہدہ منسوخ کر سکتا ہے[2]

فقہاء اسلام کی رُو سے کوئی شخص جو کسی کام کے لیے ملازم رکھا گیا ہے وہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ مقرر نہیں کر سکتا۔ کچھ فقہاء کی رائے ہے کہ یہ شرط صرف اس صورت میں ہے جبکہ کام یا فن، مہارت صرف ملازم ہی سے متعلق ہو[3] اگر کوئی اصل دار یا کارخانہ دار ملازمین اور مزدوروں کو اپنی ذاتی وجوہ سے برخاست کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ملازمین کو اُن کے ایام کار کی اجرت دے۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ لیکن اگر کوئی مزدور یا ملازم درمیان میں کام یا ملازمت چھوڑ کر جانا چاہے تو کیا وہ اپنے ایام کار کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کی اکثریت کی رائے ہے کہ اپنے ایام کار کا معاوضہ وصول کرنے کا اُسے حق ہے[4]

---

[1] ابن قدامہ: المغنی، جلد ۵، قاہرۃ، ۱۳۶۷ھ، ص ۴۱۱۔

[2] حوالہ بالا۔

[3] مرغینانی: الہدایہ، کتاب الاجارۃ۔

[4] حوالہ بالا۔ سرخسی: المبسوط، جلد ۱۵ کتاب الاجارۃ۔

۳۔ انجمن سازی کا حق

اسلام تعاون اور باہمی الفت و یگانگت کا مذہب ہے۔ اس کے سنہری اصولوں میں سے ایک اُصول نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرنا اور برائی اور بغاوت کے کاموں میں عدم تعاون کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اس سنہری اُصول کو اپنے معجزانہ طریقہ پر یوں بیان کیا ہے۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ (سورۃ المائدۃ (۵) : ۲)

ترجمہ : بھلائی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ گاری اور نافرمانبرداری کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔

اسلام مزدور طبقہ کو بھی ایسے تعاون و تناصر کا سبق دیتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کے مددگار اور معاون بن کر رہیں۔ انھیں ایسی یونین یا انجمن سازی کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب دیتا ہے جس میں مزدور ایک دوسرے کے دکھ سُکھ کے ساتھی بن کر رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یونین سازی کے لیے بطور سند پیش کیا جا سکتا ہے :

تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد ۔ إذا اشتکی عضو منہ تداعی لہ سائر جسدہ بالسھر والحمّٰی [1]

ترجمہ : تو مومنوں کو ان کے آپس میں رحم کرنے، آپس میں محبت کرنے اور آپس میں لطف و احسان کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا کہ جس کے جب کبھی کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور تکلیف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ گو اسلام نے مزدوروں اور اسی طرح اصل داروں کو بھی اپنی انجمنیں بنانے کی اجازت دی ہے مگر یہ اجازت سرمایہ دارانہ نظام میں ظالم سرمایہ داروں

---

[1] متفق علیہ : بحوالہ ریاض الصالحین ۔ باب تعظیم حرمات المسلمین، بیان حقوقھم والشفقۃ علیھم ورحمتھم

کے جبر واستبداد کے ردعمل کے طور پر وجود میں آنے والی مزدور اور مالک یونین کے طرز کی انجمنوں کے لیے نہیں ہے۔ مغرب نے مزدوروں اور مل مالکان کو انجمن سازی کا حق دے کر انھیں منہ زور گھوڑے بنا دیا ہے جو جس وقت چاہیں اپنے قانونی تحفظ میں پلنے اور بڑھنے والے نوکیلے سموں سے ملک و قوم کے معاشی مفادات اور اُمنگوں کو پامال کر کے رکھ دیں۔ مزدور جب چاہیں ہڑتال کر کے پیداوار روک لیں اور مالکان جب چاہیں تالہ بندی کا استعمال کر کے مزدوروں کو بے روزگار کر دیں اور انھیں ان کا حق مانگنے کی سزا دے دیں۔ دونوں کے اپنے حقوق انجمن سازی کے غلط استعمال کا نتیجہ غریب صارفین اور پوری قوم بھگتنے جنہیں پیداوار کے رُک جانے کے سبب بازار میں اشیاء نہ ملیں یا مہنگے داموں ملیں۔ مزدور انجمنوں کا یہ انتقامی تصوّر تھا جو انجلنز (Engels) اور مارکس (Marks) وغیرہ نے دیا اسلام نے انجمن سازی کا ایک انقلابی تصوّر دیا ہے۔ وہ ہر پیشہ، ہر شعبہ اور ہر پیداواری اکائی میں کام کرنے والے تمام ملازمین اور مزدوروں کو ایک جماعت اور ایک کنبہ قرار دیتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے معاون اور ساتھی ہیں، اسلام کے اُصول تناصر و تعاون کی روشنی میں وہ ایک دوسرے کی مادی اور اخلاقی مدد کے پابند ہیں وہ ایک قوت ہیں جو ایک دوسرے کے مفادات اور اپنے مشترکہ مفادات کا تحفظ کریں گے۔ وہ اپنے نمائیدے چن کر اُنھیں انتظامیہ سے اپنے حقوق کی خاطر بات کرنے اور منوانے کا اختیار دے سکتے ہیں۔ مگر اُن کی یہ انجمن اور یہ وحدت کسی بھی طرح اصل دار کا استحصال کرنے، بلاوجہ کاروبار بند کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے طالع آزما سیاستدانوں کا آلۂ کار بننے اور ملک و قوم کے معاشی امن کو برباد کرنے کے لیے نہیں۔ یہ مزدور انجمنیں مزدوروں کی فلاح و بہبود، حادثات کا شکار ہونے والوں کی مدد، مرجانے والوں کے پسماندگان کی مالی مدد اور کسی مزدور کی ہنگامی مدد کے لیے فنڈ قائم کر سکتی ہیں مزدوروں کی کارکردگی کو بہتر بنانے، ان کی ترقی کو ممکن بنانے اور بے روزگاروں کو روزگار کے قابل بنانے کے لیے تربیتی مراکز قائم کر سکتی ہیں۔

اسلام اس قسم کی انجمنوں کو یہاں تک فعّال دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے کسی ممبر (رکن) سے

اللہ کریم نہ کرے اگر کوئی فرد قتل ہو جائے تو اس کی دیت (خون بہا۔ Blood Price)
تک ادا کر سکتی ہے۔ اسلام اس قسم کی تمام انجمنوں کو ایک عاقلہ کا درجہ دیتا ہے۔ اس کے
تمام مسائل کتب فقہ میں "کتاب المعاقل" کے ضمن میں ملیں گے۔ مختصراً یوں سمجھ لیں کہ ہر انجمن
ایک جماعت اور قبیلہ ہے جو اپنے کسی فرد کی طرف سے قتل کا خون بہا بھی ادا کرے گی۔ اس بات
کی اہمیت کا اندازہ اس وقت اس شخص کو ہو سکتا ہے جو غیر ارادی طور پر قتل کا ارتکاب
کر بیٹھے، پھر زندگی بھر جیل کی ہوا کھائے، اس کا گھر بار تباہ و برباد ہو جائے۔ کم سن بچے
محتاج بن کر رہ جائیں۔ اگر ہر مزدور انجمن یا ہر پیشہ کی انجمن یہ ذمہ داری قبول کرے کہ
وہ مل کر قاتل کی طرف سے دیت (خون بہا) ادا کر دیں گے تو نتائج خوشگوار نکل سکتے ہیں۔
البتہ اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ اس طرح انجمن قتل کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ ہرگز یہ
امداد صرف اس صورت میں ہو گی جب قتل غیر ارادی ہو، جس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔
ہم تو یہاں اسلام کے تصوّر انجمن سازی اور ایسی انجمنوں کے دائرۂ کار کی انتہا کی بات
کر رہے ہیں۔

اسلام کے اس تصوّر انجمن سازی کی روشنی میں اساتذہ کرام، انجنیئرز، ڈاکٹرز، مزدور،
بس ڈرائیوران، کلرک وغیرہ غرض ہر پیشہ، ہر دفتر، ہر کارخانہ وغیرہ سے منسلک
افراد ایک انجمن ہیں۔ ایسی انجمنیں چھوٹے کاروبار سے لے کر علاقائی ملکی اور عالمی سطح
پر بن سکتی ہیں جو مزدوروں اور ہم پیشہ ملازمین کی فلاح و ترقی کے لیے کام کر سکتی ہیں۔

اسی طرح مالکان یا اصل دار بھی اپنی انجمنیں بنا سکتے ہیں مگر یہاں بھی جذبہ تعاون اسی
طرح کام کرے گا جیسے مزدور یا ملازم انجمن میں کرے گا۔ حتیٰ کہ اصل داروں کی انجمنیں
اور ملازمین (مزدوروں) کی انجمنیں مل کر قوم و ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی اور "انسان"
کی بہتری کے لیے کام کرتی رہیں گی۔

محض اخلاقی تعلیمات یا قانونی شکنجے؟

مذکورہ بحث و تمحیص کو پڑھنے کے بعد قاری (اور بالخصوص وہ قاری جو اسلام کا

مطالعہ مغرب کی تیار کردہ عینک سے کرنا چاہتا ہے) کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اسلام نے آجر اور مزدور کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے جو احکامات دیے ہیں ان کی حیثیت محض اخلاقی تعلیمات اور پند و نصائح کی ہے جن سے صرف وہ مزدور یا مل مالک اثر پذیر ہوگا جو متقی یا کم از کم اسلام کے ضابطہ اخلاق پر ایمان رکھنے والا ہو اور آج کل کے صنعتی دور نے سرمایہ اور محنت کے جن تنازعات کو جنم دیا اور جو انجمن سازی کے قانونی حق نے جس طرح محنت کش طبقہ (WORKING CLASS) اور اصل داروں (CAPITALISTS) کو سرکش بنا دیا ہے بھلا وہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے کیسے سدھر سکتے ہیں ؟ ان کی اصلاح کے لیے قانونی شکنجوں کی ضرورت ہے جن میں کس کر ان کے بل نکال دیے جائیں ۔ اس سوال کا جواب ہم دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

ا ۔ اخلاقی تعلیمات کے ذریعے آجر و مزدور کی اصلاح

ب ۔ اخلاقی تعلیمات کی بنیاد پر قوانین محنت کی تیاری

(ا) ۔ اخلاقی تعلیمات کے ذریعے آجر و مزدور کی اصلاح

یہ دعویٰ حقائق و تجربات پر مبنی ہے کہ اسلام نے اخلاقی تعلیمات کے ذریعے ایسے بگڑے ہوؤں کی اصلاح کی ہے جنھیں کوئی قانون درست نہ کر سکا ۔ اسلام کی تاریخ دعوت و ارشاد ایسے ان گنت واقعات و شواہد سے بھری پڑی ہے جو اس دعویٰ کی دلیل ہیں۔
اسلام کی اخلاقی تعلیمات نے ایک امیر المؤمنین ۔ جو درحقیقت عوام کا خادم اور ملازم ہی ہوتا ہے ۔۔ سے لے کر ایک چرواہے تک کی اصلاح کی ہے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب ایک غریب بڑھیا اور اُن کے بچوں کی کفالت کے لیے بیت المال کے اناج سے بوری بھر کر اور اپنی کمر پہ لاد کر اس کے گھر تک پہنچانے کے لیے چلتے ہیں تو ان کا ملازم حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کہتا ہے ۔ " امیر المؤمنین ! یہ بوری مجھے کیوں نہیں اٹھانے دیتے ؟ لائیے میں اسے بڑھیا کے گھر تک پہنچا آتا ہوں "۔ معلوم ہے ؟ امیر المؤمنین کیا جواب دیتے ہیں " کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ تم اُٹھاؤگے ؟ "اسلمؓ چپ

رہے اور امیر المؤمنینؓ اپنی کمر پہ بوری لادے بڑھیا کے گھر کی طرف چل دیے [1]
کیا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی قانونی شکنجہ میں جکڑے یہ کہہ رہے تھے؟ اگر وہ بوری اپنے خادم سے اٹھوا لیتے تو کس قانونی شکنجہ کو توڑتے یا اخلاقی ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے؟ آئیے اب میرے ساتھ مل کر آپ عام مزدور۔ بکریوں کے چرواہا کی اخلاقی تربیت کا واقعہ پڑھیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ جنگل میں چل رہا تھا۔ ہمیں بھوک لگی ہمیں ایک گڈریا ملا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ ہم نے اُس سے کہا "ایک بکری ہمیں فروخت کر دو۔ ہم ذبح کر کے پکائیں گے اور تمہیں بھی کھلائیں گے۔ اس نے کہا میں تو صرف ملازم ہوں۔ بکریاں تو مالک کی ہیں" (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا "تمہارا مالک تمہیں کونسا دیکھ رہا ہے"؟ گڈریے نے جواب میں کہا "فاین اللہ؟ فاین اللہ؟ اللہ کریم کہاں جائیں گے؟ اللہ کریم کہاں جائیں گے؟ - گڈریا کا جواب سن کر ہم رو پڑے اور فاین اللہ؟ فاین اللہ کہتے جاتے تھے اور روتے روتے چلتے جاتے تھے [2] محترم قارئین! یہ گڈریا کس قانونی شکنجہ سے ڈر کر فاین اللہ؟ کا ایمان افروز سوال کر رہا تھا؟

ع مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارہ

ہم دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات آج بھی آجر و ملازم کے تنازعات کو حل کرنے میں قانونی شکنجوں سے زیادہ مؤثر ہیں۔ مگر

ع تو ہی اگر نہ مانیں تو باتیں ہزار ہیں

سرمایہ و محنت کے تنازعہ کا حل بذریعہ اخلاقی تعلیمات کا اقرار تو موجودہ رواجی معاشیات کے ماہرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مشہور ماہر معاشیات پروفیسر تاسیگ (Prof Taussig) نے اجارہ داری کے ذریعہ معاشی استحصال کا علاج اخلاقی معیار بلند کرنے میں تجویز کیا ہے۔

---

[1] شبلی نعمانی: الفاروق، مکتبہ صدیقیہ، ملتان۔ چوتھا ایڈیشن، ص ۵۳۔
[2] مولانا ذکریا: فضائل صدقات، جلد ۲، مکتبہ نظامیہ، دہلی، ص ۲۵۔

لکھتے ہیں :

"The most effective remedy would a better moral standard of all the industry, and arouse of public opinion against all kinds of gambling"

ترجمہ : اس کا مؤثر ترین علاج ہر صنعت کے لیے اخلاقی معیار کے بہتر ہونے اور (صنعتی) جوا کی تمام اقسام کے خلاف عوام الناس کی رائے کو ابھارنے میں ہے[1]

دنیا کے صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک بالخصوص امریکہ اور برطانیہ نے بھی اپنے محنت و سرمایہ کے تنازعات کو حل کرنے کے لیے قانونی شکنجوں کی بجائے اخلاقی گفتگو کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے ۔ اس کا استعمال زیادہ کر دیا ہے[2]

مغرب کے سرمایہ دار اور صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک نے یہ جان لیا ہے کہ صرف قانون کے ذریعے آجر اور مزدور کا تنازعہ ـــــ جس کا تعلق بالآخر انسانی تعلقات سے ہے ـــــ کا حل ممکن نہیں ۔ قانون کا اقتدار جسموں پر تو ہوتا ہے ۔ مگر دلوں کی اصلاح تو دل ہی کرتے ہیں ۔ ہم نہایت وثوق سے کہتے ہیں کہ اللہ کریم کے ہر وقت اور ہر جگہ دیکھنے کا عقیدہ اور آخرت کی نیکی کا تصوّر ایسے محرکات ہیں جو آجر اور مزدور کے تعلقات کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات یقین کے انہی دو صافی چشموں سے لی گئی ہیں ۔

(ب) اخلاقی تعلیمات کی بنیاد پر قوانین محنت

اسلام کی اخلاقی تعلیمات دراصل قانونی ضابطے ہیں ، جن سے روگردانی کرنیوالا

---

[1] Prof. Taussig : Principles of Economics, V.1, New York, 1947, Op.Cit., p.153

دنیا و آخرت دونوں میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ مگر حکومت چاہے تو ان اخلاقی تعلیمات کی مدد سے محنت و سرمایہ کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے قوانین سازی بھی کر سکتی ہیں۔ "محنت عدالتیں" قائم کر سکتی ہیں اور ایسے منصفین کا تقرر کر سکتی ہے جو اسلام کے قانون اجارہ (محنت و معاوضہ) اور جدید صنعت کے پیداواری عمل کی پیچیدگیوں کا علم بھی رکھتے ہوں۔

اسلامی شریعت کے ماہرین انجمن سازی کے قوانین کے اوقات کار کی تعیین عادلانہ اجرت کی تعیین، عمر ملازمت اور مدت ملازمت، عورتوں اور نابالغ بچوں کی ملازمت کے قوانین کی تیاری وغیرہ کر سکتی ہیں۔ کتب فقہ میں "کتاب الاجارۃ" کے تحت اسلامی قوانین کا ایک ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جو اس سلسلہ میں ماہرین کی معاونت کر سکتا ہے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مغرب کے صنعتی ممالک کو تو سرمایہ و محنت کے تنازعات کو حل کرنے، انجمن سازی کے قوانین بنانے اور اصل داروں کی انجمنوں کے قوانین بنانے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب اُنیسویں صدی عیسوی میں مزدوروں نے سرمایہ داروں کے استحصالی حربوں سے تنگ آ کر ان کے خلاف آواز بلند کی، خون ریز ہنگامے کیے، جنھوں نے بدمست سرمایہ داروں کی نیندیں اُڑا دیں اور تمدن کی چولیں ہلا دیں، جبکہ اسلامی ممالک میں ایسی مزدور انجمنوں کے قوانین ۱۴ ویں صدی عیسوی میں بھی موجود تھے۔ ان انجمنوں کی سربراہی علماء اسلام کرتے تھے جو اصل داروں اور مزدوروں کے تنازعات کا حل کرتے تھے۔ مشہور مسلم سیاح ابن بطوطہؒ نے اپنے "سفرنامہ" میں ایسی انجمنوں کا ذکر کیا ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی کے اقتصادیات کے مشہور پروفیسر ہارپر (HARPER) کا بیان ہے کہ مغرب کو مزدور انجمنوں کا احساس صلیبی جنگوں کے بعد ہوا، جب ان کا رابطہ مسلمانوں سے ہوا اور اصل مسلمان ایسی انجمنوں کو بہت پہلے قائم کر چکے تھے۔ اور ان کے قوانین کی روشنی میں آج مسلمان ماہرین سرمایہ و محنت کے تنازعہ کو حل کرنے کے قوانین بنا سکتے ہیں۔ جن کی بدولت معاشی ترقی کے ان دو بازوؤں کو مل کر کام کرنے کا خوشگوار موقع مل سکتا ہے۔